OPEN ACCESS: “*EPISTEMOLOGY*”
eISSN: 2663-5828;pISSN: 2519-6480
Vol.8 Issue 9 June 2021

مسئلہ قادیانیت: علماء پاکستان کی آئینی و قانونی جدوجہد (تاریخی جائزہ)

QADIYANI ISSUE: CONSTITUTIONAL AND LEGAL STRUGGLE OF PAKISTANI ULLAMA IN HISTORICAL PERSPECTIVE.

Dr. Muhammad Irfan
Assistant Professor, Govt. Islamia Postgraduate College Chiniot

Dr. Ghulam Ali Khan
Professor, Institute of Islamic Studies, University of the Punjab, Laore.

Abstract: Muslim faith stipulates that Prophet Muhammad (PBUH) is the last Prophet and his Prophet-hood will not devolve to anyone till the Day of Judgment. Despite this, false claimants to Prophet-hood kept coming but were rejected by the Muslim Community and they kept getting consigned to the dustbin of history. One of those claimants was Mirza Ghulam Ahmad Qadiani who claimed to be a Prophet in 1901. All the major schools of thought and sect concurred that Mirza and his followers were not part of the Muslim Ummah. Allama Iqbal the Poet philosophers also demanded the British Indian Government to declare Mirza Ghulam Ahmad and his followers Non Muslims in 1935.This article summarizes the legal and constitutional struggle made by Ullama and scholars belonging to different schools of thought ofAzad Kashmir to get Qadianis declared as non-Muslims.

KEYWORDS:*Mirza, Qadiani, Lahori Group,Ahmadies, Legislation,*

انیسویں صدی عیسوی میں عالم اسلام میں ذہنی بے چینی اور اندرونی انتشار اپنے عروج کو پہنچ چکا تھا۔ اسی زمانے میں یورپ نے مسلم ممالک پر بالعموم اور برصغیر پر بالخصوص یورش کی تھی۔ مسلمانان برصغیر کو ۱۸۵۷ کی جنگ آزادی کی المناک شکست کے بعد شدید معاشی، سیاسی، تہذیبی اور ثقافتی بحران کا سامنا کرنا پڑا۔ دوسری طرف مسلمانوں کا باہمی اختلاف تشویشناک صورت اختیار کر گیا تھا۔ بدعات کا دور دورہ تھا۔ خام صوفیوں نے شریعت و طریقت کو بازیچہ اطفال بنا رکھا تھا۔ عوام دین کے بنیادی اصولوں اور فرائض سے غافل تھے اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ شریعت اسلامی اور تاریخ اسلام سے بے خبر اور اسلام کے مستقبل سے مایوس تھا۔ جابجا لوگ الہام و کرامات کا دعوی کرتے پھرتے تھے جو شخص عوام میں یہ جنس جتنی زیادہ پیش کرتا تھا اتنا ہی وہ عوام میں عقیدت و احترام کا مرکز بنتا۔ کہیں کہیں اس بات کا بھی چرچا تھا کہ تیرھویں صدی کے آخر پر مسیح موعود کا ظہور ہونے والا ہے۔[1]

دوسری طرف برطانوی حکومت نے ۱۸۵۷ کی ناکام جنگ آزادی کے بعد برصغیر کا اقتدار سنبھال کر اپنے اقتدار کو مستحکم کرنے کے لیے اقدامات کا آغاز کیا۔ چنانچہ مقامی آبادی بالخصوص مسلمانوں میں نفاق، انتشار اور شکست خوردہ ذہنیت پیدا کرنے کے لیے ہر ممکن عملی اقدامات اٹھائے گئے۔ ہندوستانی پس منظر کے گہرے مطالعہ کی بنیاد پر ایک حکمت عملی یہ بھی ترتیب دی گئی کہ مذہبی لبادے میں جعلی مذہبی رہنما تیار کیے جائیں جو جہاد کی مخالفت کریں اور سلطنت برطانیہ کے مفادات کا تحفظ کریں۔ اس حکمت عملی کا ذکر برطانوی دستاویز (The Arrival of British Empire in India) میں کیا گیا ہے۔

اس کام کے لیے ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ حکیم نورالدین کے مشورہ سے سیالکوٹ کی ضلع کچہری کے سابق اہل کار مرزا غلام احمد کا نام تجویز کیا جس کے خاندان نے 1857 کی جنگ آزادی میں برطانوی فوج کا ساتھ دیا جس کا اعتراف انگریز حکام نے کیا۔[2] جب مرزا صاحب منظر عام پر آئے تو یہ دور مذہبی مناظرہ اور مقابلہ کا دور تھا۔ عیسائی مشنریز اور پادری برطانوی حکومت کی سرپرستی میں عیسائیت کی تبلیغ اور اسلامی تعلیمات کی تردید میں مصروف تھے۔ دوسری طرف ہندو پنڈت جوش جذبہ سے دین اسلام کی مخالفت و تردید کر رہے تھے۔ اِن حالات میں جو شخص اسلام کی مدافعت اور دیگر مذاہب کی تردید کی ذمہ داری اٹھاتا وہ مسلمان کی توجہ کا مرکز بن جاتا۔ مرزا صاحب کی دور بین نگاہ نے اس بناء پر اس میدان کو اپنی سرگرمیوں کے لئے منتخب کر لیا۔ انھوں نے ایک بڑی ضخیم کتاب کی تصنیف کا ارادہ کیا جس میں اسلام کی صداقت، قرآن

کریم کے اعجاز اور رسول اللہ ﷺ کی نبوت کو عقلی دلائل سے ثابت کیا جائے گا اور عیسائیت وہندومت کی تحریکوں کی تردید ہو گی۔انہوں نے اس کا نام "براہین احمدیہ" تجویز کیا۔

مرزا صاحب نے ہندوستان کے اہل علمسے اس کتاب کے موضوع کے سلسلہ میں خطوکتابت کی اور عوام سے مالی مدد کی اپیل کی۔ اس کتاب کی تالیف واشاعت کا سلسلہ ۱۸۸۰ء سے ۱۸۸۴ء تک جاری رہا۔کتاب کا آخری حصہ ۱۹۰۵ میں شائع ہوا۔ مرزا صاحب نے اس عرصہ میں کئی دعوے کیے مثلاً مصلح، مجدد، محدث، مسیح موعود، ظلی نبی، بروزی نبی، غیر تشریعی نبی اور آخر کار ۱۹۰۱ میں نبوت کا دعوی کر دیا۔ان کے رسائل کا مجموعہ اربعین نئی نبوت کے اعلانات سے بھرا ہوا ہے۔[3]

چونکہ قادیانیت کا ظہور برصغیر میں ہوا اس لیے اس دور میں برصغیر کے علماو مشائخ نے بغیر کسی مسلکی امتیاز کے مروجہ اسلوب کے تحت ہی قادیانیت کا محاکمہ کیا۔ اس دور میں جن مشاہیر علماء نے قادیانیت کا شرعی محاکمہ کیا ان میں علمائے لدھیانہ، مولانا محمد حسین بٹالوی، مولانا ثناءاللہ امرتسری، پیر مہر علی شاہ،[4] سید عطاءاللہ شاہ بخاری، علامہ انور شاہ کاشمیری، پروفیسر الیاس برنی، مولانا اصغر روحی، خواجہ اللہ بخش تونسوی، خواجہ غلام فرید اور پیر جماعت علی شاہ وغیرہ۔ ۱۹۳۰ تک یہ مشاہیر علماء قادیانیت کا دینی محاکمہ کرتے رہے ان کے سیاسی کردار کا کم ہی نوٹس لیا گیا۔ ۱۹۳۰ کے بعد مولانا ظفر علی خان کی عوامی تحریک، مجلس احرار کی ملی تحریک اور علامہ اقبال نے قادیانیت کے سیاسی کردار کا بغور جائزہ لیا۔اقبال نے برطانوی حکومت سے مطالبہ کیا کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔[5]

فیصلہ مقدمہ بہاولپور ۷ فروری ۱۹۳۵

برصغیر میں سب سے پہلے قادیانیوں سے قانونی معرکہ آرائی بہاولپور میں ہوئی، مقدمہ ریاست بہاولپور کی ایک عدالت میں دائر ہوا، جس میں ایک مسلمان خاتون عائشہ نے دعوی کیا کہ اس کے خاوند عبدالرزاق نے قادیانی مسلک اختیار کر لیا ہے، جس کی وجہ سے وہ مرتد ہو گیا ہے۔اس لیے اس شخص سے مدعیہ کا نکاح فسخ قرار دیا جائے۔اس مقدمے نے ملک گیر شہرت حاصل کر لی۔ یہ ہندوستان میں اپنی نوعیت کا پہلا مقدمہ تھا جس میں فیصلہ طلب سوال یہ تھا کہ ایک شخص قادیانی مسلک اختیار کرنے کے بعد مسلمان رہتا ہے یا نہیں؟؟۔ مدعیہ کی طرف سے بڑے بڑے علماء بطور گواہ پیش ہوئے۔ یہ مقدمہ 1926ء سے 1935ء تک زیر سماعت رہ کر فیصلہ ہوا۔ مکمل بحث وتمحیص کے بعد محمد اکبر صاحب ڈسٹرکٹ جج بہاولپور

ڈیڑھ سو صفحات پر مشتمل فیصلہ صادر کیا۔ یہ عدالتی فیصلہ بڑی اہمیت کا حامل ہے، جس میں قادیانی مسلک کو ایک الگ مذہب قرار دیا گیا۔ خلاصہ حسب ذیل ہے:

اوپر کی تمام بحث سے یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ مسئلہ ختم نبوت اسلام کے بنیادی اصولوں میں سے ہے اور یہ کہ رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبیین بایں معنی نہ ماننے سے کہ آپ ﷺ آخری نبی ﷺ ہیں ارتداد واقع ہو جاتا ہے اور کہ عقائد اسلامی کی رو سے ایک شخص کلمہ کفر کہہ کر بھی دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ مدعا علیہ مرزا غلام احمد صاحب کو عقائد قادیانی کی رو سے نبی مانتا ہے اور ان کی تعلیم کے مطابق یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ امت محمدیہ ﷺ میں قیامت تک سلسلہ نبوت جاری رہے یعنی کہ وہ نبی کریم ﷺ کو خاتم النبین ﷺ بمعنی آخری نبی ﷺ تسلیم نہیں کرتا۔ آنحضرت ﷺ کے بعد کسی دوسرے شخص کو نیا نبی تسلیم کرنے سے جو قباحتیں لازم آتی ہیں ان کی تفصیل اوپر بیان کی جا چکی ہے۔ اس لیے مدعا علیہ اس اجماع عقیدہ امت سے منحرف ہونے کی وجہ سے مرتد سمجھا جائے گا اور اگر ارتداد کے معنی کسی مذہب کے اصولوں سے بکلی انحراف کے لیے جائیں تو بھی مدعا علیہ مرزا صاحب کو نبی ماننے سے ایک نئے مذہب کا پیرو سمجھا جائے گا کیونکہ اس صورت میں اس کے لیے قرآن کی تفسیر اور معمول بہ مرزا صاحب کی وحی ہو گی نہ کہ احادیث و اقوال فقہاء جن پر کہ اس وقت تک مذہب اسلام قائم چلا آیا ہے اور جن میں سے بعض کے مستند ہونے کو خود مرزا صاحب نے بھی تسلیم کیا ہے۔[6]

قیام پاکستان کے بعد علماء پاکستان کی آئینی و قانونی جدوجہد:

قیام پاکستان کے بعد قادیانی جماعت نے ضلع چنیوٹ کے کنارے سر فرانس موڈی گورنر پنجاب سے 1034 ایکڑ زمین لے کر ربوہ (چناب نگر) آباد کیا۔ مرزا بشیر الدین محمود نے اس شہر کا نظام ایک ریاست کے نظام سے مشابہ قائم کیا اور یہاں سے فروغ قادیانیت کے لیے کوششیں شروع کر دیں۔

مختلف مکاتب فکر کے علما نے قادیانی مسئلہ کو حل کرنے کیلیے 3 جون 1952ء کو ایک مجلس مشاورت طلب کی۔ اس مجلس مشاورت نے ذیل کے مطالبات مرتب کئے۔ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ چوہدری ظفر اللہ کو وزیر خارجہ کے عہدے سے سبکدوش کیا جائے۔ تمام کلیدی عہدوں سے قادیانیوں کو ہٹایا جائے۔[7]

حکومت نے بعض مشکلات کے پیش نظر ان مطالبات کو منظور کرنے سے انکار کر دیا۔ جس کے نتیجے میں ۱۹۵۳ کی تحریک ختم نبوت شروع ہوئی۔ قادیانیت کے خلاف یہ سب سے بڑی تحریک تھی جو پاکستان میں چلی اور حکومت نے اپنا بہیمانہ تشدد

کا پورا مظاہرہ کیا اور مارشل لاء نافذ کر دیا۔ یہ درست ہے کہ مارشل لاء نے اس تحریک کو ختم کر دیا لیکن قادیانی مسئلہ تمام دنیائے اسلام کی نظر میں آ گیا اور جو لوگ اب تک بے خبر تھے وہ باخبر ہو گئے۔[8]

اس زمانہ میں قادیانیت کے متعلق بعض عدالتوں نے نہایت مدلل فیصلے کئے۔ ان میں پہلا فیصلہ مقدمہ راولپنڈی جون ۱۹۵۵ کا ہے جو ایک ایڈیشنل سیشن جج مسٹر محمد اکبر فاروقی نے کیا جس میں انہوں نے قادیانیوں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا۔ دوسرا فیصلہ ایک سینیر سول جج مسٹر محمد رفیق گریجہ جیمس کا تھا جو ۱۳ جولائی ۱۹۷۰ کو جیمس آباد کی عدالت میں پڑھ کر سنایا گیا۔ جس میں ایک مسلمان عورت کے رشتہ دار کی نکاح کی درخواست منظور کرتے ہوئے قادیانیوں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا۔[9]

اپریل 1974ء میں پورے عالم اسلام کی دینی تنظیموں کا ایک اجتماع مکہ مکرمہ میں منعقد ہوا جس میں اسلامی ممالک بلکہ مسلم آبادیوں کے 144 تنظیموں کے نمائندے شامل تھے۔ یہ مراکش سے انڈونیشیا تک کے مسلمانوں کا ایک نمائندہ اجتماع تھا۔ اس میں قادیانیت کے متعلق قرارداد منظور ہوئی۔ یہ قرارداد امت مسلمہ کی قادیانیت کے متعلق اجماع کی حیثیت رکھتی ہے[10]

29 مئی 1974ء کو قادیانیوں نے نشتر میڈیکل کالج ملتان کے طلباء پر اس وقت حملہ کر دیا جب وہ ایک تفریحی سفر سے واپسی پر ربوہ سے گزر رہے تھے۔ اس سانحہ کے رد عمل میں 1974ء کی تحریک ختم نبوت چلی۔ تحریک ختم نبوت کے عروج کے دنوں میں آزاد کشمیر اسمبلی نے اپریل 1974 جبکہ صوبہ سرحد کی اسمبلی نے جون 1974ء میں قرارداد منظور کر لی جس میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا تھا۔ اس فیصلے کو وسیع پیمانے پر پذیرائی ملی۔ دوسری صوبائی اسمبلیوں نے بھی ایسی ہی کوششیں کیں مگر حکومت نے ان کو ایسا کرنے کی اجازت نہ دی۔ ختم نبوت تحریک کے شدید دباؤ کے پیش نظر وزیر اعظم بھٹو مجبور ہو گئے کہ وہ اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے بہتر طریق کار اختیار کرے۔[11]

اس تحریک کے نتیجے میں پاکستان کی قومی اسمبلی میں ۱۵ اگست سے ۷ ستمبر تک قادیانی مسئلے پر ۲۱ دن بحث ہوئی۔ قادیانی جماعت کے تیسرے سربراہ مرزا ناصر نے ۱۱ دن اور لاہوری گروپ نے دو دن اپنا موقف پیش کیا۔ جبکہ مفتی محمود، اٹارنی جنرل آف پاکستان یحیی بختیار اور دیگر اراکین اسمبلی نے ۸ دن میں اپنا موقف پیش کیا۔ آخر کار مرزا غلام احمد قادیانی اور ان

کے خلفا کی لاتعداد تحریروں اور قومی اسمبلی میں لاہوری و قادیانی گروپ کی گواہی کے بعد ۷ ستمبر ۱۹۷۴ کو پاکستانی حکومت نے قادیانیوں غیر مسلم قرار دے دیا۔[12]

قادیانی گروہ اور لاہوری گروہ کو غیر مسلم قرار دینے کے لیے قرارداد

جناب عبدالحفیظ پیرزادہ: جناب اب میں باضابطہ طور پر قرارداد پیش کروں گا۔ جناب عالی! میں قرارداد پیش کرنے کے لیے درخواست گزار ہوں: کہ مکمل ایوان کی خصوصی کمیٹی حسب ذیل قرارداد منظور کرتی ہے اور اتفاق رائے سے قبول کرتی ہے۔

قومی اسمبلی کے مکمل ایوان کی خصوصی کمیٹی اتفاق رائے سے منظور کرتی ہے کہ حسب ذیل سفارشات کو غور و فکر اور منظوری کے لیے قومی اسمبلی میں بھیج دیا جائے۔ مکمل ایوان کی خصوصی کمیٹی "سٹیرنگ کمیٹی" اور ذیلی کمیٹی کی اعانت کے ساتھ پیش کردہ یا قومی اسمبلی کی طرف سے سپرد کردہ قراردادوں پر غور وخوض اور دستاویزات کے مطالعے اور گواہان، جن میں انجمن احمدیہ ربوہ اور انجمن احمدیہ اشاعت اسلام، لاہور شامل ہیں کو سننے بعد متفقہ پر قومی اسمبلی کے سامنے حسب ذیل سفارشات پیش کرتی ہے۔

الف۔　کہ دستور پاکستان میں درج ذیل طریق پر ترمیم کی جائے:

کہ آرٹیکل (3)102 میں قادیانی گروہ اور لاہوری گروہ (جو خود کو احمدی کہتے ہیں) کے اشخاص کا حوالہ شامل کیا جائے۔

کہ آرٹیکل 260 میں ایک نئی شق کے ذریعے غیر مسلم کی تعریف کا تعین کیا جائے۔

ان سفارشات کی روبہ عمل میں لانے کے لیے خصوصی کمیٹی کا متفقہ طور پر منظور شدہ ایک ڈرافٹ بل لف کر دیا گیا ہے۔

ب۔　کہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295 (الف) میں مندرجہ ذیل وضاحت کا اضافہ کر دیا جائے: وضاحت: ایک مسلمان جو عقیدہ ختم نبوت جیسا کہ اس کی وضاحت آئین کے آرٹیکل 260 کی شق (3) میں کر دی گئی ہے کے منافی کوئی اعلان کرتا ہے یا عمل کرتا ہے یا تبلیغ کرتا ہے اس دفعہ کے زیر تحت قابل تعزیر ہو گا۔

ج۔　کہ اس دستوری ترمیم کے نتیجے میں ہونے والی قانونی اور ضابطہ جاتی ترامیم متعلقہ قوانین جیسے نیشنل رجسٹریشن ایکٹ 1973ء اور الیکٹرول رولز 1974 میں کی جاسکتی ہیں۔

د۔ کہ پاکستان کے تمام شہریوں کی زندگی، آزادی جائیداد، عزت اور بنیادی حقوق کی بھرپور حفاظت بلالحاظ اس کے کہ وہ کسی خاص گروہ بندی سے تعلق رکھتے ہیں کی جائے گی۔

دستخط شد: عبدالحفیظ پیرزادہ، مولوی مفتی محمود، مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی، پروفیسر غفور احمد، جناب غلام فاروق، چوہدری ظہور الٰہی، سردار مولا بخش سومرو۔ تحریک اتفاق رائے سے منظور کرلی گئی۔[13]

بل:۔ تیس جون 1974 سے قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی نے احمدیہ مسئلہ پر تاریخی بل پیش کیا اور آئین کی دو دفعات میں ترمیم کی اور اس قرارداد کی سفارشات پر عمل درآمد کرایا جسے پہلے قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی نے منظور کیا تھا اور بعد میں ایک خصوصی اجلاس میں اس کی منظوری دی گئی تھی۔

بل کا متن:۔اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں مزید ترمیم۔ ہر گاہ کے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں ضروری ہو گیا ہے کہ اس میں یہ ترامیم کی جائیں۔ چنانچہ اس کا نفاذ حسب ذیل کیا جاتا ہے۔

1۔ مختصر ٹائٹل اور ابتداء: یہ ایکٹ آئین (دوسرا ترمیمی) ایکٹ 1974ء کہلائے گا۔ یہ فوری طور پر نافذ العمل ہو گا۔

2۔ آئین کا آرٹیکل نمبر 106 کی ترامیم:۔اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین جس کو اب آئین کے طور پر حوالہ دیا گیا ہے آرٹیکل 106 کی شق نمبر 3 میں لفظ دو گروہوں میں الفاظ اور بریکٹ اور قادیانی گروپ اور لاہوری گروپ (جو اپنے آپ کو احمدی کہلاتے ہیں) کا اضافہ کیا جائے گا۔

3۔ آئین کے آرٹیکل 260 میں ترمیم آئین کے آرٹیکل 260 میں شق نمبر 2 کے بعد مندرجہ ذیل نئی شق کا اضافہ کیا جائے گا۔

جو شخص حضرت محمد ﷺ کی حتمی اور بلاشبہ ختم نبوت میں بطور آخری نبی یقین نہیں رکھتا یا نبی ہونے کا دعوی کرتا ہے۔ کسی لفظ کے کسی مطلب یا بیان میں حضرت محمد ﷺ کے بعد یا ایسے دعویدار کو نبی تسلیم کرتا ہے۔ یا مذہبی مصلح خیال کرتا ہے وہ قانون اور آئین کی رو سے مسلمان نہیں ہے۔

قومی اسمبلی نے آئین میں دوسرا ترمیمی بل منظور کر لیا۔ سینٹ نے بھی اسے متفقہ طور پر منظور کر لیا۔ ایوان میں موجود تمام اکتیس ارکان سینٹ نے وزیر قانون کی طرف سے پیش کردہ بل کی حمایت میں ووٹ دیئے۔ آخری ووٹ سے پہلے ایک التواء

کے ذریعے قائد حزب اختلاف ہاشم خان غلزئی نے اعلان کیا کہ وہ اپنی طرف سے اس بل کی مکمل طور پر حمایت کرتے ہیں۔ یہ سات ستمبر 1974 کا واقعہ ہے۔[14] اس بل کی متفقہ منظوری کے بعد نوے سالہ پرانا مسئلہ حل ہو گیا اور مسلمانوں کی طویل جدوجہد ایک عمدہ حکمت عملی کے ذریعے کامیاب ہوئی۔ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا۔

1984ء کی تحریک ختم نبوت

ستمبر 1974ء میں جب قومی اسمبلی اور سینٹ آف پاکستان نے دوسری آئینی ترمیم منظور کی جس میں قادیانیوں کے دونوں گروہوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا تو مسلمانان عالم نے اس پر مکمل اطمینان کا اظہار کیا اور تصور کیا کہ جو مسئلہ نوے سال سے چلا آ رہا تھا وہ مکمل طور پر حل ہو گیا ہے مگر قادیانیوں کے دونوں گروہوں نے اسے قبول کرنے سے انکار کرتے ہوئے اس کا تمسخر اڑایا۔ انہوں نے مسلمان ہونے پر اصرار کیا۔ وہ اپنی عبادت گاہوں کو مسجد کا نام دیتے۔ اذان دیتے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی اور رسول کہتے اور بڑی آزادی سے ام المومنین اور صحابہ جیسی مقدس اصطلاحات کو مرزا غلام احمد قادیانی کے بیویوں اور رفقاء کے لئے استعمال کرتے اور بڑے جوش سے اپنے عقائد کا پرچار کرتے۔

پنجاب کی مختلف عدالتوں میں ان کی مساجد کی نئی تعمیر اور غیر اسلامی عقائد کی پرزور تبلیغ کے خلاف مقدمات درج کرائے گئے۔ انہی مقدمات میں سے ایک مقدمہ میں لاہور ہائی کورٹ کے جسٹس آفتاب حسین نے 12 نومبر 1977ء کو اپنے فیصلے میں لکھا کہ قادیانی اپنے مذہبی نظریات اور اداروں کے بابت مکمل آزاد ہیں اور آئینی ترمیم نے ایسی کوئی بنیاد فراہم نہیں کی گئی جس کی بنیاد پر عدالت قادیانیوں کو اپنی عبادت گاہ کو مسجد کہنے یا عبادت کے لئے بلانے یا اسلام کے مقرر کردہ طریقوں کے مطابق عبادت کرنے سے روک سکے۔ لاہور ہائی کورٹ کے فیصلے سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ قادیانیت کی دعوتی سرگرمیوں کو روکنے میں یہ آئینی ترمیم بمشکل موثر ہے۔ اس چیز کی ضرورت محسوس کی گئی کہ اس سلسلے میں کوئی ٹھوس حکمت عملی ہونی چاہیے چنانچہ مجلس ختم نبوت کے سرکردہ علماء اور رہنماؤں نے اس پر غور و خوض شروع کیا اور آئینی ترمیم کے موثر نفاذ کے بارے میں مہم شروع کر دی۔[15]

اسی عرصہ میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ مولانا محمد اسلم قریشی اچانک لاپتہ ہو گئے۔ یہ معاملہ بہت حساس نوعیت کا تھا۔ چنانچہ مجلس تحفظ ختم نبوت نے مولانا اسلم قریشی کی گمشدگی پر تحریک چلائی۔ یہ تحریک 1984ء کی تحریک ختم نبوت کے نام سے جانی جاتی ہے۔ اس تحریک کے رہنماؤں نے حکومت سے مندرجہ ذیل مطالبات کئے۔

قادیانیوں کا کلیدی عہدوں سے اخراج، دوسری ترمیم کا موثر نفاذ، قادیانیت کی تبلیغ پر پابندی، اسلامی نظریاتی کونسل کی قادیانیوں کے متعلق سفارشات پر عمل، مرزا طاہر احمد اور ان کے رفقاء کار کی اسلم قریشی کے اغواء کے الزام میں گرفتاری اور مولانا قریشی کی فوری بازیابی، خدام الاحمدیہ پر پابندی، شناختی کارڈ اور پاسپورٹ پر قادیانیوں کا بطور غیر مسلم اندراج.[16] اس تحریک کے نتیجے میں صدر ضیاء الحق نے امتناع قادیانیت آرڈیننس جاری کیا۔[17]

نئے آرڈیننس کا اجراء (1984ء)

صدر مملکت نے قادیانی گروپ، لاہوری گروپ اور احمدیوں کی خلاف اسلام سر گرمیوں کو روکنے کے لیے اور قانون میں ترمیم کے لیے ایک آرڈیننس بنام قادیانی گروپ، لاہوری گروپ اور احمدیوں کے خلاف (امتناع و تعزیر) 1984ء نافذ کیا ہے۔ یہ آرڈیننس 26 اپریل 1984 کو نافذ کیا گیا ہے۔

تعزیرات پاکستان میں دفعہ 298۔بی کا اضافہ کیا گیا ہے جس کی رو سے قادیانی گروپ، لاہوری گروپ کے کسی بھی ایسے شخص کو جو زبانی یا تحریری طور پر یا کسی فعل کے ذریعے مرزا قادیانی کے جانشینوں یا ساتھیوں کو امیر المومنین یا صحابہ یا اس کی بیوی کو ام المومنین یا اس کے خاندان کے افراد کو اہل بیت کے الفاظ سے پکارے یا اپنی عبادت گاہ کو مسجد کہے تین سال کی سزا اور جرمانہ کیا جاسکتا ہے۔

اس دفعہ کی رو سے قادیانی گروپ، لاہوری گروپ یا احمدیوں کے ہر اس شخص کی بھی یہی سزا ہو گی جو اپنے ہم مذہب افراد کو عبادت کے لیے جمع کرنے یا بلانے کے لیے اس طرح کی اذان کہے جس طرح کی مسلمان دیتے ہیں۔

ایک نئی دفعہ 298۔ سی کا تعزیرات پاکستان میں اضافہ کیا گیا ہے جس کی رو سے متذکرہ گروپوں میں سے ہر ایسا شخص جو بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرے اور اپنے عقیدے کو اسلام کہے یا اپنے عقیدے کی تبلیغ کرے یا دوسروں کو اپنا مذہب قبول کرنے کی دعوت دے یا کسی بھی انداز میں مسلمانوں کے جذبات مشتعل کرے، اس سزا کا مستحق ہو گا۔

اس آرڈیننس نے قانونی فوجداری 1898ء کی دفعہ 99۔اے میں بھی ترمیم کر دی ہے جس کی رو سے صوبائی حکومتوں کو یہ اختیار مل گیا ہے کہ ایسے اخبار، کتاب اور دیگر دستاویز کو جو تعزیرات پاکستان میں اضافہ شدہ دفعہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے شائع کی گئی کو ضبط کر سکتی ہے۔

اس آرڈیننس کے تحت پاکستان پریس اینڈ پبلی کیشن آرڈیننس 1963 کی دفعہ 24 میں بھی ترمیم کردی گئی ہے جس کی رو سے صوبائی حکومتوں کو یہ اختیار مل گیا ہے کہ وہ ایسے پریس کو بند کردے جو تعزیرات پاکستان کی اس نئی اضافہ شدہ دفعہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کوئی کتاب یا اخبار چھاپتا ہے۔ اس اخبار کا ڈیکلریشن منسوخ کردے جو متذکرہ دفعہ کی خلاف ورزی کرتا ہے اور ہر اس کتاب یا اخبار پر قبضہ کرلے جس کی چھپائی یا اشاعت پر اس دفعہ کی رو سے پابندی ہے۔

امتناع قادیانیت آرڈیننس کو مذہبی، سماجی، سیاسی اور عالمی اسلامی تنظیموں، مختلف مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے علماء نے خوش آئند قرار دیا۔ اس آئینی و قانونی حکمت عملی کی وجہ سے قادیانیت کی دعوتی سرگرمیاں نا صرف پاکستان میں بلکہ دنیا کے دیگر مسلم ممالک میں رک گئیں۔ کئی مسلم ممالک نے پاکستانی پارلیمنٹ کے اس فیصلے کی روشنی میں قادیانیوں کی دعوتی سرگرمیوں کے سدباب کے لیے قانونی اقدامات کی کوششیں شروع کیں۔

قادیانیوں کی سرگرمیوں کو روکنے کے لیے اور آئینی فیصلوں کی بالادستی کے لیے حکومت پاکستان نے "قادیانیت اسلام کے لیے سنگین خطرہ" کے عنوان سے پاکستان اور دیگر ممالک میں اپنے سفارتکاروں کے ذریعے ایک کتابچہ شائع کیا.

قادیانیت اسلام کے لیے سنگین خطرہ:

اس "کتابچے" میں وضاحت کی گئی کہ قادیانیت ایک نو آبادیاتی طاقت کی شہ پر وجود میں آئی۔ اس نے نہ صرف جنوبی مشرقی ایشیائی برصغیر کے مسلمانوں کے درمیان نفاق پیدا کیا بلکہ دوسری مسلمان ریاستوں خصوصاً افریقہ کے رہنے والے مسلمانوں کے درمیان بھی۔ ایشیائی قادیانیوں کی مرزا غلام احمد کی بطور نبی اطاعت نے انہیں دائرہ اسلام سے خارج کردیا ہے۔ اس کتابچے میں ارتداد پر مبنی اس تحریک کے ماضی کا کھوج لگایا گیا۔ نو آبادیاتی قوتوں کے ساتھ اس کے اشتراک کی نوعیت بیان کی گئی۔ امت مسلمہ کے بنیادی عقائد اور نظریات کا قادیانی نظریات سے تقابل پیش کیا گیا اور اس کے خلاف مسلم رد عمل بیان کیا گیا تاکہ مسلمانان عالم اس کے مقاصد اور سرگرمیوں کے علاوہ ان طاقتوں کے بارے میں بھی مکمل طور پر جان جائیں جو اس ڈرامے کے پس پردہ مرکزی کردار ادا کر رہی تھیں۔[18]

پاکستان کی اعلیٰ عدالتوں کے فیصلوں کی مختصر تاریخ

1984ء کے آرڈیننس کے نفاذ کے بعد قادیانی جماعت نے ان آئینی فیصلوں کو قبول نہیں کیا اور پاکستان کی مختلف بڑی عدالتوں میں ان اقدامات کو چیلنج کیا۔ تمام مکاتب فکر کے علما نے عدالتی محاذ پر قادیانیت کا محاکمہ کیا۔ اعلیٰ عدالتوں نے جو فیصلے صادر کئے ان کی مختصر روئیداد پیش کی جاتی ہیں۔

وفاقی شرعی عدالت کا فیصلہ

اس آرڈیننس کی وجہ سے قادیانیوں کے دعوتی منصوبوں کی تکمیل کے راستے مسدود ہوگئے۔ اس لیے قادیانیوں کے معروف وکیل مجیب الرحمٰن اور ان کے دو ساتھیوں نے فیڈرل شریعت کورٹ میں اس آرڈیننس کو چیلنج کردیا کہ وہ قرآن و سنت اور شریعت اسلامی کے خلاف ہے۔ اس شریعت پٹیشن کی سماعت فیڈرل شریعت کورٹ کے فل بینچ نے کی جو چیف جسٹس شیخ آفتاب احمد، جسٹس فخر عالم، جسٹس چوہدری محمد صدیق، جسٹس ملک غلام علی اور جسٹس عبدالقدوس قاسمی پر مشتمل تھا۔ لیکن جسٹس شیخ آفتاب احمد کے بوجوہ صدر مملکت کے مشیر بنائے جانے کی وجہ سے جسٹس فخر عالم نے چیف جسٹس کا عہدہ سنبھال لیا اور وہی اس مقدمہ کے منصف بھی ہیں۔ اس شریعت پٹیشن میں حکومت کی جانب سے حاجی غیاث محمد سابق اٹارنی جنرل پاکستان جن کی معاونت میاں ایم بی زمان سابق ایڈوکیٹ جنرل پنجاب اور ڈاکٹر سید ریاض الحسن گیلانی نے کی۔ اسمٰعیل قریشی صاحب نے ورلڈ ایسوسی ایشن آف مسلم جیورسٹس کی جانب سے کاروائی مقدمہ میں حصہ لیا اور انکی معاونت ڈاکٹر ظفر علی راجہ ایڈووکیٹ نے کی۔ جناب حاجی غیاث محمد نے مقدمہ کے آئینی اور میاں ایم بی زمان نے اس کے قانونی پہلوؤں سے بحث کی جبکہ ڈاکٹر ریاض الحسن نے قادیانی مذہب کے بنیادی عقائد کو ان ہی کی کتابوں کے حوالہ سے عدالت کو پیش کیا۔ اسمٰعیل قریشی صاحب نے ڈاکٹر ظفر علی راجہ ایڈووکیٹ کی اعانت سے قادیانی مذہب و عقائد کو شریعت اسلامیہ سے متصادم ہونے کے دلائل کو تحریری بحث کی صورت میں پیش کیا۔ اس مقدمہ کی بھی تقریباً ایک مہینہ تک سماعت جاری رہی۔ آخر قادیانیوں کا یہ مقدمہ بھی 12 اگست 1984 کو خارج ہوگیا۔ اس فیصلہ میں فاضل جج نے نہایت شرح وضبط کے ساتھ قادیانی مذہب کے تمام پہلوؤں کا جائزہ لیا اور امتناع قادیانیت آرڈیننس کو قرآن وسنت سے ہم آہنگ قرار دیا۔[19]

سپریم کورٹ میں قادیانیوں کی اپیل

اس فیصلہ کے خلاف سپریم کورٹ کے اپیلیٹ بنچ میں اپیل دائر کر دی گئی۔ نوٹس ملنے پر حکومت کی جانب سے سید ریاض الحسن گیلانی ڈپٹی اٹارنی جنرل اور عامۃ المسلمین کی جانب سے اسمعیل قریشی صاحب سپریم کورٹ پہنچے اور قادیانی وکلا کو معلوم ہوا کہ رشید مرتضیٰ قریشی بھی مقابلہ کے لیے آنے والے ہیں تو انہوں نے عافیت اسی میں سمجھی کہ اس اپیل کو واپس لے لیا جائے۔ شریعت اپیلیٹ بنچ جو جناب جسٹس محمد افضل ظلہ، جناب جسٹس نسیم حسن شاہ، جناب جسٹس شفیع الرحمن، جناب جسٹس پیر محمد کرم شاہ، جناب جسٹس مولانا محمد تقی عثمانی پر مشتمل تھا، نے ان نکات کو زیر غور لانے سے احتراز کیا جو فیڈرل شریعت کورٹ میں اٹھائے گئے تھے چونکہ اپیل واپس لے لی گئی تھی، لیکن فیڈرل کورٹ کے فیصلہ کو برقرار رکھا [20]۔

لاہور ہائی کورٹ کا فیصلہ

فیڈرل شریعت کورٹ کے فیصلہ کے بعد بھی قادیانیوں نے امتناع قادیانیت آرڈیننس کی خلاف ورزیاں جاری رکھیں اور بر سر عام اپنے سینوں پر کلمہ طیبہ کے بیج لگاتے۔ اس کے علاوہ دیگر شعائر اسلام کو بھی غلط طور پر استعمال کرنے لگے۔ ایک قادیانی ملک جہانگیر خان جوئیہ ایڈووکیٹ نے دفعہ 298-C آرڈیننس نمبر 20 سال 84ء کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اپنے سینہ پر کلمہ طیبہ کا بیج لگایا جس پر اسے گرفتار کر لیا گیا۔ جس کی ضمانت سیشن جج سرگودھا نے لینے سے انکار کر دیا۔ جس کے خلاف ملزم نے ہائی کورٹ میں درخواست ضمانت پیش کی جو عدالت عالیہ لاہور میں جناب جسٹس محمد رفیق تارڑ کے سامنے پیش ہوئی لیکن ملزم نے وہاں سے اپنی درخواست ضمانت کو واپس لے لیا۔ درخواست بصیغہ دستبرداری کو خارج کرتے ہوئے فاضل جج نے اپنے حکم میں یہ واضح کیا کہ غیر مسلم قادیانی کلمہ طیبہ کو جن معنوں میں لیتے ہیں یا اس سے جو مفہوم وابستہ کرتے ہیں وہ بہر حال یہ تقاضا کرتا ہے کہ آیا ان لوگوں کا یہ عمل، جس کے خلاف شکایت کی گئی ہے۔ رسول اکرم حضرت محمد ﷺ کے مقدس نام کی توہین میں آتا ہے۔[21]

کوئٹہ ہائی کورٹ کا فیصلہ 1987ء

اسی طرح کے پانچ مقدمات دفعہ 298-سی کی خلاف ورزی میں قادیانیوں کے خلاف کوئٹہ میں رجسٹر ہوئے جہاں ملزمان نے قادیانی ہونے کے باوجود اپنے سینوں پر کلمہ طیبہ کے بیج لگائے ہوئے تھے۔ ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کوئٹہ نے جرم مذکور کی

پاداش میں ملزمان کو ایک ایک سال قید بامشقت اور ایک ایک ہزار روپیہ جرمانہ کی سزا سنائی۔ جس کے خلاف اپیل بھی عدالت ایڈیشنل جج کوئٹہ نے خارج کی تو انہوں نے ہائی کورٹ آف بلوچستان کوئٹہ میں نگرانی دائر کی جس کی باقاعدہ سماعت جناب جسٹس امیر الملک مینگل نے کی۔ قادیانیوں کی طرف سے مسٹر مجیب الرحمن ایڈووکیٹ معاونت کے لئے مسٹر محمد مقیم انصاری اور مسٹر بشارت اللہ ایڈووکیٹ کو بلا لیا۔ فاضل جج نے فریقین کے وکلا اور معاونین عدالت کے دلائل کی سماعت کے بعد یہ قرار دیا کہ جو شخص کلمہ طیبہ پڑھتا ہے اسے مسلمان سمجھا جاتا ہے کیونکہ اسلام کا سب سے پہلا بنیادی رکن یہی ہے۔ اس طرح جب کوئی قادیانی کلمہ طیبہ کا بیج لگا کر گلیوں اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے تو گویا خود کو مسلم ظاہر کرتا ہے۔ اس کی صریح وجہ نظر آتی ہے کہ وہ لوگوں سے یہ منوانا چاہتا ہے کہ وہ مسلمان ہے۔ موجودہ مقدمہ میں سائل نگرانی گزاروں نے یہ اعتراف کیا ہے کہ انہوں نے قادیانی ہوتے ہوئے کلمہ طیبہ کا بیج لگایا تھا۔ جب وہ گرفتار کیے گئے۔ یوں اسی امر میں بمشکل کوئی شبہ باقی رہتا ہے کہ انہوں نے دفعہ 298۔ سی کے جرم کا ارتکاب کیا ہے۔ اس لیے فاضل جج نے عدالت ماتحت کے فیصلوں کو درست قرار دیا، البتہ ان کی سزاؤں میں تخفیف کرتے ہوئے اس کی مدت ایک سال کی بجائے 9 ماہ کر دی اور فیصلہ 22 دسمبر 1987ء کو سنا دیا۔[22]

لاہور ہائی کورٹ کا فیصلہ 1991ء

پاکستان کی تاریخ میں ایک نہایت اہم مقدمہ مرزا خورشید احمد اور حکیم خورشید احمد کی جانب سے عدالت عالیہ لاہور میں دائر کیا گیا، جس میں حکومت پنجاب کے ہوم سیکرٹری اور ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ جھنگ کے حکم مورخہ 21 مارچ 1989ء کو صحیح کہا گیا تھا کہ جس کی رو سے دفعہ 144 ضابطہ فوجداری کے تحت قادیانیوں کے جشن صد سالہ کی تقریبات پر پابندی عائد کی گئی تھی۔ ربوہ کے ریذیڈنٹ مجسٹریٹ نے اپنے ایک حکم کے ذریعہ احمدیہ جماعت ربوہ کے عہدیداروں کو ہدایت کی تھی کہ وہ شہر ربوہ میں لگائے گئے آرائشی گیٹ ہٹا دیں، جھنڈوں اور چراغاں کے لیے لگائی گئی روشنی اتار لیں۔ سائلان نے رٹ میں استدعا کی تھی کہ یہ تمام احکامات آئین میں دیے گئے بنیادی حق 20 کے منافی ہیں اس لیے انہیں کالعدم قرار دے کر منسوخ کیا جائے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے اسمعیل قریشی نے درخواست پیش کی کہ مجلس کو بھی فریق مقدمہ کے طور پر شامل کیا جائے کیونکہ قادیانیوں کے جشن صد سالہ پر پابندی حکومت نے مجلس تحفظ ختم نبوت کے مطالبہ پر لگائی ہے۔ قادیانیوں کے وکلاء نے اس کی مخالف کی۔ لیکن عدالت عالیہ کے فاضل جج جناب جسٹس الرحمن خان، جو اس مقدمہ

کی سماعت کر رہے تھے مجلس کو کاروائی میں شامل ہونے کی اجازت دے دی۔ رشید مرتضیٰ قریشی صاحب نے عبدالناصر گل کی جانب سے بھی درخواست دی کہ عیسائیوں کو بھی فریق مقدمہ بنایا جائے کیونکہ قادیانیوں کی ان سرگرمیوں سے مسیحی فرقہ کی بھی دل آزاری ہوتی ہے، اس طرح عیسائیوں کو بھی اپنا موقف پیش کرنے کا موقع دیا گیا۔ حکومت کی جانب سے اس وقت کے ایڈووکیٹ جنرل جناب مقبول الہٰی ملک پیش ہوئے جن کی اعانت جناب نذیر احمد غازی، اے اے جی، ارشاد اللہ خان اور مسعود احمد خان ایڈووکیٹ نے کی۔ مجلس کے قائدین مولانا منظور احمد چنیوٹی، مولانا اللہ وسایا اور مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے اور ان کے رفقائے کار نے اس مقدمہ کی تیاری میں حصہ لیا وہ ان کے عشق رسالت ﷺ مآب کا مظہر ہے۔ اس مقدمہ کی سب سے اہم بات یہ ہے کہ اس میں فاضل عدالت نے سو سالہ قادیانی لٹریچر سے یہ واضح کیا ہے کہ قادیانی دائرہ اسلام سے خارج علیحدہ امت ہے اور پھر ہاؤس لارڈز اور یورپ کی کورٹ آف جسٹس کے حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ امن عامہ کے تحفظ کے پیش نظر امتناع قادیانیت آرڈیننس مجریہ سال 1984 اور ضابطہ فوجداری کی دفعہ 144 کے تحت قادیانیوں کو ایسی سرگرمیوں پر پابندی آئین کے کسی بنیادی حق کے منافی نہیں ہے۔ فاضل عدالت نے یہ فیصلہ 17 ستمبر 1991ء کو سنایا۔[23]

سپریم کورٹ آف پاکستان کا فیصلہ 1993ء

قادیانی دراصل مرزا غلام احمد کے اعلان نبوت کے جشن صد سالہ کی آڑ میں اپنی تبلیغی سرگرمیوں کو از سرنو پاکستان میں زندہ کرنا چاہتے تھے؟ مگر یہ فیصلہ ان کی راہ میں مزاحم تھا، اس لیے انہوں نے عدالت عالیہ کی رو سے قادیانیوں کی نگرانیوں کو جناب جسٹس امیر الملک مینگل نے خارج کر دیا تھا، اپیلیں دائر کر دیں۔ ان اپیلوں میں وفاقی سیکرٹری محکمہ انصاف اور پارلیمانی امور اور قانون، سیکرٹری ہوم ڈیپارٹمنٹ حکومت پنجاب، ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ جھنگ، ریزیڈنٹ، مجسٹریٹ ربوہ اور مولانا منظور احمد چنیوٹی اور عبدالناصر گل کو فریق مقدمہ بنایا جس کی سماعت سپریم کورٹ کے فل بینچ نے کی۔ قادیانیوں کی طرف سے فخر الدین جی ابراہیم، مجیب الرحمٰن، مرزا عبدالرشید اور ایس علی احمد طارق ایڈووکیٹ پیش ہوئے جب کہ حکومت پاکستان کی جانب سے ڈاکٹر ریاض الحسن گیلانی اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی جانب سے اسمعیل قریشی صاحب پیش ہوئے۔ سپریم کورٹ کے نوٹس پر اس وقت کے اٹارنی جنرل پاکستان مسٹر عزیز اے منشی اور حکومت پنجاب کے ایڈووکیٹ جنرل مقبول الٰہی پیش ہوئے۔ حکومت بلوچستان کی جانب سے مسٹر یوسف اعجاز ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل اور

حکومت سندھ کی جانب سے مسٹر غفور منگی ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل پیش ہوئے۔ اپیلوں کی سماعت کے دوران جناب میجر منہاس اور دیگر جماعتوں کے نمائندے بھی پیش ہوئے۔ مسٹر فخر الدین جی ابراہیم نے اپیلوں پر بحث کا آغاز کیا۔ مختلف مسالک کی جانب سے مولانا اللہ وسایا اور دیگر قائدین عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کی اس آخری عدالت میں قادیانیوں سے نمٹنے کے لیے اپنے پورے جذبہ ایمان کے ساتھ اسمعیل قریشی کی رہنمائی اور امداد کے لیے وہاں موجود تھے۔[24]

اپیلوں کی سماعت 31 جنوری سے شروع ہوئی جو 3 فروری 1993ء تک جاری رہی، پھر 3 مارچ کو اس کی مکمل سماعت ہوئی۔ یہ پاکستان کی تاریخ کا اہم ترین فیصلہ ہے۔ جس میں سپریم کورٹ کے فل بنچ کے تمام جج صاحبان نے متفقہ طور پر تعزیرات پاکستان کی دفعہ 298-C کی کلاز (اے)، (بی)، (ای) جس کی رو سے قادیانی اور لاہوری گروپ کو مسلمان ظاہر کرنے یا اپنے مذہب کو اسلام بتلانے یا اسلام سے منسوب کرنے یا کسی بھی طریقہ سے مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو مشتعل کرنے سے روک دیا گیا ہے۔ آئین پاکستان کے بنیادی حقوق سے متصادم قرار نہیں دیا۔ جب کہ صرف جناب جسٹس شفیع الرحمٰن نے دفعہ 298-B کی کلاز (ب) اور 298-C مذکورہ کی کلاز (سی اور ڈی) جس کی رو سے قادیانی اور لاہوری گروپ کو اپنے مذہب کی تبلیغ یا نشرواشاعت یا کسی کو اپنے مذہب کی دعوت دینے سے روک دیا گیا ہے۔ آئین کے بنیادی حقوق 20،19 اور 25 کے منافی قرار دیا ہے۔ چاروں جج صاحبان نے جناب جسٹس شفیع الرحمٰن کی اس قرارداد سے اختلاف کیا ہے۔ اس حد تک فاضل جج موصوف کا فیصلہ اقلیتی فیصلہ (مناریٹی ججمنٹ) ہو گیا ہے۔ اکثریتی فیصلہ کی رو سے 298-c کی تمام شقیں آئین کے کسی بنیادی آرٹیکل سے متصادم نہیں ہیں۔ اس فیصلہ کا سب سے نمایاں پہلو یہ ہے کہ اس کے بعد قادیانیوں کی دعوتی سرگرمیوں کو جو وہ اسلام کے نام پر کرتے رہے ہیں ہمیشہ کے لیے روک دیا گیا ہے اور سب سے اہم یہ فیصلہ بھی ہے کہ پاکستان کی عدالت عظمٰی نے قرارداد مقاصد کو آئین کا قابل عمل حصہ قرار دے کر اسلامی قوانین کو پاکستان کا بالاتر قانون بنا دیا ہے اور یہ بھی قرار دیا ہے کہ اگر آئین میں دیے گئے بنیادی حقوق قرآن و سنت اور احکامات رسول ﷺ کے خلاف ہو تو انہیں بھی کالعدم قرار دیا جائے گا۔ یہ پاکستان کی تاریخ کا ایک ایسا اہم ترین فیصلہ ہے جس نے اسلامی ریاست کے معرض وجود میں آنے کے مقاصد کی تکمیل کر دی ہے۔[25]

آئینی اصلاحات کمیٹی ۲۰۱۰ اور انتخابی کمیٹی ۲۰۱۷ کا متفقہ فیصلہ:

پاکستان پیپلز پارٹی کے دور حکومت (2013-2008) میں ۱۹۷۳ کے آئین پر نظر ثانی کی گئی، ملک کے اسلامی تشخص، اسلامی جمہوریہ پاکستان کے نام، تحفظ ناموس رسالت، قرار داد مقاصد، وفاقی شرعی عدالت اور دیگر اسلامی دفعات کو دستور میں بے اثر بنانے کے لئے بعض ملکی اور بین الاقوامی حلقوں کی جانب سے تجاویز پیش کی گئیں لیکن آئینی اصلاحات کمیٹی نے انہیں درخور اعتناء نہیں سمجھا اور قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کے فیصلے کو بھی برقرار رکھا۔ اسی طرح ۲۰۱۸ کے عام انتخابات سے چند ماہ قبل انتخابی ترامیم کے حوالے سے قائم کی گئی کمیٹی میں قادیانی مسئلہ پر بحث کی گئی تو منتخب پارلیمنٹ نے چوتھی بار قادیانیت کو اسلام سے الگ مذہب قرار دینے کا فیصلہ کیا۔[26]

خلاصہ بحث:

مرزا غلام احمد قادیانی کی طرف سے دعوی نبوت کے بعد برصغیر کے مختلف مسالک کے علماو مشائخ نے قادیانیت کا شرعی محاکمہ کیا۔ اس دور میں جن مشاہیر علماء نے قادیانیت کا شرعی محاکمہ کیا ان میں علمائے لدھیانہ، مولانا محمد حسین بٹالوی، مولانا ثناءاللہ امرتسری، پیر مہر علی شاہ، سید عطاءاللہ شاہ بخاری، علامہ انور شاہ کاشمیری اور پروفیسر الیاس برنی وغیر شامل ہیں. ۱۹۳۰ تک علماء قادیانیت کا دینی محاکمہ کرتے رہے ان کے سیاسی کردار کا شاذ ہی نوٹس لیا گیا۔ 1931 میں کشمیری مسلمانوں نے آزادی کی تحریک شروع کی تو برصغیر کے سیاسی رہنماوں نے ان کی مدد کے لیے آل انڈیا کشمیر کمیٹی قائم کی. بدقسمتی سے اس کمیٹی کے صدر قادیانی جماعت کے دوسرے خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود منتخب ہوگئے. مرزا صاحب نے کمیٹی کو اپنی جماعت کی تبلیغی سرگرمیوں کے لیے استعمال کرنا شروع کر دیا. مجلس احرار اسلام اور علامہ اقبال نے قادیانیت کے سیاسی کردار کا بغور جائزہ لیا اور اقبال نے برطانوی حکومت سے مطالبہ کیا کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔

قیام پاکستان کے بعد قادیانیوں کی معاشرتی حیثیت کے بارے میں مختلف مکاتب فکر نے ۱۹۵۳ میں جدوجہد کا آغاز کیا اور حکومت سے مطالبہ کیا کی انہیں آئینی طور پر غیر مسلم قرار دیا جائے۔ سب سے پہلے آزاد کشمیر اسمبلی نے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کی قرارداد 29 اپریل 1973 کو منظور کی. پاکستانمیں ۷ ستمبر ۱۹۷۴ کو منتخب پارلیمنٹ نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔ قادیانی جماعت نے اس فیصلے کو قبول کرنے سے انکار کر دیا جس کے نتیجے میں آئینی فیصلے پر عمل درآمد کے لئے حکومت پاکستان نے امتناع قادیانیت آرڈیننس جاری کیا جس کی رو سے قادیانیوں کو اسلام کا نام اور اسلامی علامات کو استعمال کرنے سے روک دیا گیا۔ قادیانی جماعت نے اس آرڈیننس کو ملک کی ماتحت اور اعلی عدالتوں میں چیلنج کیا،

تمام عدالتوں بشمول وفاقی شرعی عدالت اور سپریم کورٹ آف پاکستان نے ۱۹۹۳ میں واضح فیصلوں میں قادیانیت کو اسلام سے قطعی طور پر الگ مذہب قرار دے دیا۔ بدقسمتی سے آزاد کشمیر میں 1973 کی منظور شدہ قرار داد کے مطابق قانون سازی نہ ہو سکی. آزاد کشمیر کے علما اور سیاسی قائدین کی مسلسل جدوجہد کے نتیجہ میں 6 فروری 2018 کو راجہ فاروق حیدر کی حکومت نے 12 آئینی ترمیم منظور کی جس کی رو سے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا.

حوالہ جات وحواشی

1 ندوی، ابوالحسن علی، قادیانیت مطالعہ و جائزہ، ص 12، مجلس نشریات اسلام، کراچی، س ن

2 فیاض اختر، ملک، قادیانیت کے خلاف اعلیٰ عدالتوں کے تاریخی فیصلے، ص ۱۴-۱۳۔

3 بشیر احمد، تحریک احمدیت یہودی و سامراجی گٹھ جوڑ، ص 1، 2،

4 شورش کاشمیری، تحریک ختم نبوت ص 43، مطبوعات چٹان میکلوڈ روڈ لاہور، 2003

5 شیروانی، لطیف احمد خان، حرف اقبال، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد، ۱۹۸۴، ص. 104

6 مولانا غلام محمد، فیصلہ مقدمہ بہاولپور، حجازی پرنٹنگ پریس، لاہور، 1935ء، ص 147 تا 151

7 تحریک ختم نبوت، ص ۷۶

8 ایضا، ص 76

9 عثمانی، تقی، سمیع الحق، مولانا، قادیانی فتنہ آور ملت اسلامیہ کا موقف ص 109-108، ادارہ معارف کراچی فروری 2005

10 قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر بحث کی مصدقہ رپورٹ ج ۴، ص 1914ء سے 1915

11 ایضاً ص 737

12 قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر بحث کی رپورٹ ج ۵، ص 2937 سے 29390

13 ایضاً: ج ۵، ص 2937 سے 29390

14 شورش کاشمیری، تحریک ختم نبوت ص 254، بشیر احمد، تحریک احمدیت یہودی سامراجی گٹھ جوڑ، ص 742

15 بشیر احمد، تحریک احمدیت یہودی سامراجی گٹھ جوڑ ص 790۔

16 بشیر احمد، تحریک احمدیت یہودی سامراجی گٹھ جوڑ ص 799–800

17 جمیل الرحمن، عقیدہ نبوت کی اہمیت اور منکرین ختم نبوت کا تاریخی پس منظر ص 152
18 قادیانیت اسلام کے لیے خطرہ، پاکستان پبلی کیشنز اسلام آباد 1984
19 فیاض اختر، ملک، قادیانیت کے خلاف اعلیٰ عدالتوں کے تاریخی فیصلے، ص ۱۸-۱۹، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، ملتان، 1993۔
20 ایضا، ص ۱۹۔
21 ایضا، ص ۲۰۔
22 ایضا، ص ۲۱۔
23 ایضا، ص ۲۲۔
24 ایضا، ص ۲۳۔
25 ایضا، ص ۲۴۔
26 الراشدی، زاہد، مولانا، نظریہ پاکستان اور قومی بیانیہ ص 210 الشریعہ اکیڈمی گوجرانوالہ 2019